سوانح حیات

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ

ولادت ۹۸ھ شہادت ۱۵۱ھ

تحریر و تحقیق: محمد نواز تشنہ

نوٹ: حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے مرید اہل سنت محقق نے ان کا زندگی نامہ مرتب فرمایا ہے۔ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔

ولادت

۹۸ھ میں حضرت سید محمد نفیس ذکیہ کے ہاں اسلام کے ایک درخشاں ستارے نے مدینہ منورہ میں آنکھ کھولی۔ یہ تھے حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ آپ حسنی حسینی سید ہیں۔ یہ بات آپ کے شجرہ مبارک سے ثابت ہے۔

شجرہ نسب

آپ کے شجرہ نسب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کتنی قدیم ہستیوں میں سے ہیں۔آپ ہیں سید ابو محمد عبداللہ الاشتر (عبداللہ شاہ غازیؒ) سید محمد ذوالنفس الزکیہ بن سید عبداللہ المحض بن سید مثنیٰ بن امام حسین علیہ السلام ابن حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ۔حضرت حسن مثنیٰ کی شادی حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ بنتِ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوئی اسی وجہ سے آپ حسنی حسینی ہیں۔

تعلیم

تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد صاحب کے زیرسایہ مدینہ منورہ میں ہی ہوئی۔ آپ علم حدیث پر عبور رکھتے تھے۔اور کچھ مورخین نے آپ کو محدث تک بھی لکھا ہے۔

سندھ آمد

بنواُمیہ کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی جب ۱۳۸ھ میں آپ کے والد گرامی نے مدینہ منورہ سے علوی خلافت کی تحریک شروع کی اپنے بھائی حضرت ابراہیم بن عبداللہ کو اُس ضمن میں بصرہ روانہ کیا۔اس زمانہ میں سادات کے ساتھ انتہائی ظلم کا رویہ روا رکھا گیا تھا۔اس ظلم کے کئی ایک واقعات معروف ہیں۔جن میں حضرت ابراہیم کا واقعہ خاص طور پر مشہور ہے۔ جب آپ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ دیوار میں زندہ چُن دیا گیا۔یہ دیوار آج بھی بغداد میں مشہور ہے۔حضرت ابراہیم انتہائی وجیہ اور حسین و جمیل تھے جس کے وجہ سے آپ کا لقب دیباج مشہور ہوا۔عبداللہ شاہ غازیؒ کے والد نے آپ کو اپنے بھائی حضرت ابراہیم کے پاس بصرہ بھیجا اور آپ وہاں سے ہوتے ہوئے سندھ کی جانب روانہ ہوئے۔ابن کثیر نے تاریخ الکامل، جلد پنجم میں لکھا ہے کہ آپ منصور کے دور میں سندھ تشریف لائے۔تحفۃ الکریم کے مصنف شیخ ابوتراب نے آپ کی سندھ میں موجودگی ہارون رشید کے دور سے منسوب کی ہے۔

آپ کی سندھ آمد کے ضمن میں دو قسم کے بیان تاریخ سے ثابت ہیں۔ ایک یہ کہ آپ تبلیغ اسلام کیلئے تشریف لائے تھے اور دوسرے یہ کہ آپ علوی خلافت کے نقیب کی حیثیت سے (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل الابن الاثیر، ابنِ خلدون طبری اور میاں شاہ مانا قادری کی تحریریں)

تاجر کے رُوپ میں آپ آئے تھے۔ تاجر اس لئے کہا گیا کہ آپ جب سندھ آئے تو اپنے ساتھ گھوڑے بھی لائے تھے۔ آپ نے یہ گھوڑے اپنے کم وبیش بیس مریدوں کے ہمراہ کوفہ سے خریدے تھے۔ آپ کی آمد پر یہاں کے مقامی لوگوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور سادات کی ایک شخصیت کو اپنے درمیان پاکر بہت عزم واحترام کا اظہار کیا۔ آپ بارہ برس تک اسلام کی تبلیغ میں سرگرداں رہے اور مقامی آبادی کے سینکڑوں لوگوں کو مشرف با اسلام کیا۔

یہ تو ہے کہانی ظاہرہ حالات کی جن کو تاریخ الکامل ابن الشتر اور ابنِ خلدون، طبری وغیرہ میں قلمبند کیا ہوا ہے۔ لیکن ایک عظیم ہستی جو حسنی حسینی سید ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد ہے باطنی شاہسواری سے کیسے خالی ہوسکتی تھی۔ ایک زمانہ کب سے اُن کے فیض سے سیراب ہو رہا ہے۔ اُن کی باطنی زندگی پر ابھی کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ شاید اس کی وجہ سے اُن کی اپنی تحریریں یا اُن کے کسی ہمعصر کی اُن کے بارے میں کوئی تحریریں دستیاب نہیں ہیں اور شاید اس وجہ سے کہ وہ بہت پہلے اولیائے کرام میں سے ہیں۔ یہ اُن کا مزار پُر انوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے یہ ویسے تو نہیں ہے ولائیت تو حضرت علی علیہ السلام کی مرہونِ منت ہے وہی اس کا منبع ہیں۔ یہ کسی نے نہیں لکھا اور کسی نے نہیں کہا کہ وہ جو امانت حضرت علی علیہ السلام سے سینہ با سینہ چلی وہ ان کے حصہ میں نہیں آئی۔ شہادت اُن کے آباؤ اجداد میں چلی آرہی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے لے کر غازی شاہ صاحب کے والد اور چچا شہید ہوئے۔ خود آپ نے بھی شہادت کا مرتبہ پایا۔ اپنی جان سے زیادہ کیا چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی جاسکتی ہے۔ یہ تو شہادتِ جلی ہے مگر کیا کسی نے لکھا ہے کہ وہ شہید خفی بھی ہیں؟ جب وہ حق ہو چکے تو راہِ حق میں شہید ہوئے۔ دولتِ سرمدی کا متحمل وہی ہوسکتا ہے جس کو فطرت اُس کا اہل سمجھتی ہے۔

والد کی شہادت

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے سندھ قیام کے دوران گورنر سندھ کو خبر آئی کہ آپ کے والد گرامی نے مدینہ منورہ میں اور اُن کے بھائی حضرت ابراہیم نے بصرہ میں عباسی خلافت کے خلاف بغاوت کردی ہے۔ ۱۴۵ھ میں یہ اطلاع آئی کہ آپ کے والد حضرت محمد نفس ذکیہ مدینہ منورہ میں ۱۵ رمضان المبارک کو اور اسی سال آپ کے چچا حضرت ابراہیم بن عبداللہ ۲۵ ذیقعد (۱۴ فروری ۷۶۳ء) کو بصرہ میں شہید کردیئے گئے۔

گورنر سندھ کی ہیبت اور آپ کی تعظیم

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے والد گرامی اور چچا کی شہادت کے بعد عباسی خلافت کے مرکز (خلیفہ منصور) سے آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی صادر ہوئے۔ مگر چونکہ آپ کے حصے میں میدانِ جنگ میں شہادت لکھی گئی تھی لہٰذا آپ کی گرفتاری تو عمل میں نہیں آسکی۔ حفص بن عمر گورنر سندھ آپ کی گرفتاری کے معاملے کو مسلسل ٹالتے رہے۔ اُن کا خیال تھا کہ اس طرح کچھ وقت گزر جائے گا اور خلیفہ منصور غازی شاہؒ کی گرفتاری کے معاملے کو بھول جائے گا۔ مگر جو لوگ اقتدار سے لگاؤ رکھتے ہیں وہ کسی طرح کا خطرہ مول نہیں لیتے بلکہ چھوٹے سے چھوٹے خطرے کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ منصور کے دل سے ہرگز حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی گرفتاری کا خیال ماند نہیں پڑا۔ حالانکہ گورنر سندھ حفص بن عمر نے یہ بھی خلیفہ کو کہا کہ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ میری مملکت کی حدود میں نہیں ہیں۔ لیکن

خلیفہ کو اس پر بھی اطمینان نہیں ہوا۔

ساحلی ریاست آمد

گورنرِ سندھ حفص نے اپنی محبت وعقیدت اور سادات سے لگاؤ اور اس کے بعد آپ کو بحفاظت ایک ساحلی ریاست میں بھیج کر وہاں کے راجہ کا مہمان بنایا۔ یہ راجہ اسلامی حکومت کا اطاعت گزار تھا۔ اس نے آپ کی آمد پر آپ کو خوش آمدید کہا انتہائی عزت اور قدر ومنزلت سے رکھا۔ آپ کوئی چار سال یہاں اُن کے مہمان رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے پہلے کی طرح اسلام کی تبلیغ جاری رکھی اور سینکڑوں لوگوں کو اسلام سے روشناس کروایا۔ لاتعداد لوگ آپ کے مرید بن کر آپ کے ساتھ ہوگئے۔

سندھ میں اسلام کی تبلیغ

کہاں سندھ کہاں حجاز مقدس، کتنی مسافت ہے، کتنا لمبا سفر ہے، یہ بات تاریخ سے ثابت ہوتی ہے کہ سندھیوں کے بنجر دل کی زمین میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ نے ہی اسلامی بیج بویا پھر اس کی آبیاری کی اور محبت، اخوت اور بردباری سے دلوں کو گرمایا اور ایمان کی زرخیزی سے روشناس کروایا۔ اس لئے کہ جو کام اُن کے ذمہ تھا وہ صرف ظاہر نہیں ہوسکتا تھا۔ تاریخ کو رُخ عطا کرنے والے ظاہر کے ساتھ باطن کی دنیا کے شاہ سوار بھی ہوتے ہیں۔ جن کا ظاہر پر کم اور باطن پر زیادہ زور اور توجہ ہوتی ہے۔

اسبابِ غیب

دراصل ان ہستیوں کے لئے اس دار العمل میں جس جگہ کا انتخاب کیا ہوتا ہے وہاں اُن کیلئے اسباب بھی مہیا ہوتے ہیں۔ (گورنر سندھ عمر بن حفص کا مطیع ہونا، اور آپ کی گرفتاری کے خلیفہ منصور کے احکامات کو ٹالنا، آپ کو بحفاظت دوسری ریاست میں بھیجنا یہ سب غیبی اعانت تھی اور آپ کے عمل کی تائید تھی) اگرچہ عباسی خلیفہ منصور آپ سمیت تمام سادات کے قتل کے درپے تھا اُس نے اطلاع ملنے پر بارہا حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کو گرفتار کرنے کے احکامات دیئے لیکن فطرت نے جو کام آپ سے لینا تھا اس کے لئے پورا پورا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ایک ایسا گورنر سندھ میں متعین تھا جو آپ کی تعظیم اور خیال کرتا تھا اور کسی قیمت پر آپ کو گزند نہ پہنچانا چاہتا تھا بلکہ ان نیک بخت گورنر یعنی عمر بن حفص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی اور وہ در پردہ آپ کی حمایت کرتا تھا۔

سیر وشکار

تاریخ سے ثابت ہے کہ اُس زمانہ میں جب آپ سیر اور شکار کی غرض سے کہیں جاتے تھے تو شان وشوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ کیوں نہ ہو حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کس نسل کے چشم و چراغ تھے۔ یہ غالباً اس لئے بھی تھا کہ آپ کی درویشی پر امارت کا پردہ بھی پڑا رہے اور جو امانت آپ کے سپرد تھی آپ کے سینے میں محفوظ ومخفی رہے۔

بھائی

یہ بھی باور کرانا ضروری ہے آپ کے علاوہ آپ کے ایک دوسرے بھائی بھی ہیں۔ وہ بھی بہت بڑے ولی تھے۔ انہوں نے بھی اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔ آپ کا مزار مراکش میں ہے اور وہاں کا سب سے معروف مزار ہے اور وہاں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

اس کا تذکرہ بھی تاریخ اسلام میں موجود ہے۔

باطنی روشنی

جب کسی کے حالاتِ زندگی لکھتے ہیں تو متعلقہ تمام کتب ورسائل خطوط اور تحریروں وغیرہ کا حوالہ دینا ہوتا ہے تاکہ حالات و واقعات کی تصدیق میں آسانی ہو اور قاری پر ہر بات صاف ہو جائے۔ مگر باطن کی بات لکھنے پر کس چیز کا حوالہ دیں گے کون سا ثبوت دیا جائے گا۔ اگر باطنی ثبوت دے بھی دیا جائے تو کون اس کی تصدیق کرے گا۔ بہر حال میرے نزدیک پہلا ثبوت تو لاکھوں زائرین کا آپ کے مزار کی حاضری ہے دوسرے یہ کہ باطن کے کئی ایک شاہسواروں نے یہ بات کہی ہوئی ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی بہت بڑی حکومت ہے۔ یقیناً ہے! جن لوگوں کو تصوف کی بھنک ہے اور جن کا باطن پاک ہو چکا ہے قلب روشن ہے وہ تو یہ سب کچھ ہمہ وقت دیکھتے ہیں۔ ہدایت لیتے ہیں اور مزار پہ ایسے حاضری دیتے ہیں جیسے کہ غازی صاحبؒ سے ملاقات کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ادب کے قرینہ سے لکھا ہے۔ ورنہ زباں اور مکان سے چھٹکارا ہو جاتا ہے تو پھر کہیں آنا جانا کیا معنی۔ ہمہ وقت Omnipresence آپ جہاں بھی ہوں غازی کا تصور قائم کریں تو وہ وہیں سے متوجہ ہو جاتے ہیں۔ شہید تو مرتے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کے ہاں سے رزق کھاتے ہیں۔ شہید وہ جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔ جو شہید حق ہو۔ ہم اس کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔ جس ہستی کا پورا خاندان پورا شجرہ شریف شہید ہو، شہید جلی بھی اور شہید خفی بھی کون اُن میں سے مرا ہے سب کے سب زندہ و جاوید بلکہ الحیات کے بکھیرنے والے۔ سب کے سب انتہائی قرب والے۔ باقی باللہ۔ بزرگ جن کی تمام دنیا پر باطنی حکمرانی ہے۔

حکمرانی

حکومت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خطہ پر اور دوسری حکومت جو حقیقی حکومت ہے وہ قلوب پر ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی حکومت ظاہر و باطن دونوں پر قائم ہے۔ تمام دفتر اُن کے ہیں جہاں تمام زائرین کی مرادوں اور دعاؤں کی عرضیاں موصول کی جاتی ہیں اور پھر اُن پر احکامات صادر ہوتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ اگر زائرین کی مرادیں پوری نہ ہو رہی ہوں پھر یہ خم غفیر کیسا۔ جو ہر آنے والے دن کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ جمعرات کو تو آپؒ کے مزار کے سیڑھیاں بھی چڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ عام ایام میں بھی زائرین کا تانتا بندھ رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی باطنی حکومت کا حال کہاں سے معلوم ہوگا۔ کس نے اس پہ لکھا ہے، کس لائبریری اور دفتر سے یہ تفصیل موصول ہوگی۔ سرکار دو عالم کی حدیث مبارک ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے ہم مرتبہ ہوں گے۔ غور کیجئے نورِ عقل سے کام لیجئے تو دل کیا گواہی دیتا ہے یہ تو وہی ہوں گے جو مخلوق کی راہنمائی کا باعث ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اُمتِ محمدیؐ کیلئے وقف کی ہوگی۔ یہ وہی ہیں جن کو غمِ اُمت لاحق ہوگا۔ نبیؐ کی پیروی میں انہوں نے وہی کچھ کیا ہوگا جو نبیوں نے کیا۔ ورنہ بنی اسرائیل کے نبیوں کی برابری کیسی۔ نبیوں کے ظاہر کے کام تو ہر کسی نے دیکھے مگر اُن کے باطنی کارناموں سے کون واقف ہے۔ کسی ظاہر بین کی نہ بساط ہے نہ دسترس۔ ہاں باطنی شاہسواران رازوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی بقدر ضرورت اُن پر پردہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سب کچھ عین حق ہوتا ہے۔ مگر چونکہ عقل کے

دلدادے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر رکھے بغیر یقین نہیں کرتے اُن کو کیسے یقین دلایا جائے۔ حالانکہ عقل حجاب ہے ہاں اگر کسی کو کار عقل عطا ہو تو وہ کسی حد تک اُن رازوں کا راز دان ہو سکتا ہے۔ ایک مسنون دُعا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ! میرے ظاہر کی اصلاح فرمادے اور میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا کردے۔ ظاہر ہے کہ تحریک پہلے اندر پیدا ہوتی ہے پھر عمل ہوتا ہے۔ سوچ اچھی ہوتی ہے تو عمل بھی راست ہوتا ہے۔ جن کا باطن جاگ چکا ہوتا ہے ظاہر خوابیدہ نہیں ہوتا۔ جن کا باطن روشن ہو گیا اُن کی کائنات منور ہو گئی۔ اب وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ جو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اُن پہ کیا ہے جو روشن نہیں ہے۔ ان کیفیات اور حال والے مومن بقا ہو گئے۔ موتوا قبل الموت کا مقام عبور کر چکے۔ انا الحق کی انا پیچھے رہ گئی۔ صرف حق باقی رہ گیا۔ یہ کیفیت دائم قائم ہے۔ زیست حیات میں سما گئی۔ اب جسم کے بندھن بھی آڑے نہیں آسکتے۔ جہاں روح چلی وہیں جسم۔

دیکھ لیجیے عبداللہ شاہ غازیؒ صاحب کے در پر سوالی آئے تو مراد لے جائے۔ بے روزگار آئے تو روزگار لے جائیں، مفلوک الحال آئیں تو سازگار حالات لے جائیں، غمگین آئے تو تسکین لے جائے، رنجیدہ آئے تو رنج دور ہوں۔ زخمی آئے تو مرہم لے جائے، درد والا آئے تو درماں لے جائے، لاچار آئے تو چارہ گری لے جائے، لاغر آئے تو تندرستی لے جائے۔ کنجوس آئے تو غنا لے جائے۔ دشمن آئے تو دوستی لے جائے۔ ناواقف آئے تو واقفیت لے جائے۔ گمراہ آئے تو ہدایت لے جائے۔ زائر پھول لائے تو گلشن لے جائے۔ غرضیکہ کس چیز کی کمی ہے۔ اب جبکہ جسم کے بندھن سے آزاد ہیں تو یہ عنایات ہیں۔ جسم میں رہتے ہوئے کیسی عنایات کی ہوں گی۔ اس عارضی دنیا کی حکومت تو اس حقیقی دنیا کی حکومت کا عکس ہوتی ہے حکمرانوں کے آنے جانے سے بدلتی رہتی ہے۔

شہادت

آپ روایتی جاہ وجلال اور شان سے معمول کی سیر اور شکار کی غرض سے جاتے تھے۔ چونکہ آپ کے ساتھ بہت سارے مریدین بھی ہوتے تھے اور سازوسامان بھی ہوتا تھا لہٰذا آپ کا قافلہ لشکر کی شکل اختیار کر جاتا تھا اور جہاں سے گزرتا تھا گردوغبار اُڑاتا تھا۔ جیسا کہ ریگستانوں میں ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عمر بن حفص کو گورنر سندھ کے منصب سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی تعظیم وادب اور خیال واحترام کیا اور بحفاظت اُن کو اپنی سلطنت سے باہر سندھ کے ساحلی علاقے میں وہاں کے راجہ کے امان میں دینے کا انتظام کیا۔ عمر بن حفص کو اُن کی تعیناتی کے دوران بار بار خلیفہ منصور سے ایسے احکامات ملتے تھے جن میں حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا صاحب کی گرفتاری صادر ہوئی تھی مگر آپ نے انہیں گرفتار کرنے کی بجائے لیت ولعل اور ٹال مٹول سے کام لیا ایسے احکامات کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔ آپ کی سبکدوشی کی ایک وجہ یہی تھی۔ بلکہ ان کے احکامات سے آپ کا ایمان سادات پر زیادہ مضبوط ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ جو مقامی لوگ تھے اور جیسا کہ ہوتا آرہا ہے کہ حاکمِ وقت کو ورغلانے والے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت غازی شاہ کو گرفتار کر کے منصور عباسی کے سپرد کر دیا جائے مگر اُن سب کا بھی عمر بن حفص پر الٹا اثر ہوتا رہا اور وہ دن بدن حضرت عبداللہ شاہ غازی سے زیادہ لگاؤ، محبت اور خلوص کے جذبات رکھنے لگے۔

آپ کے مقدر میں جو سب سے بڑا مرتبہ تھا اب اس کے عطا کا وقت

بھی آ پہنچا تھا۔ خلیفہ منصور نے ہشام بن عمر کو سندھ کا گورنر مقرر کیا اور اُسے بھی غازی شاہ کی گرفتاری کے احکامات دیئے۔ ۱۵۱ھ کا سال تھا جب سندھ کے علاقے سے بغاوت کا علم بلند ہوا تو گورنر نے اپنے بھائی سفیح بن ہشام کو اس بغاوت کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ جب سفیح دریائے مہران (دریائے سندھ) کے کنارے پہنچا تو اس نے حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ صاحب کے ساتھیوں پر پورے فوجی ساز وسامان کے ساتھ حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ جو مسلمانوں کے اتحاد اور اخوت کے علمبردار تھے کبھی مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے اور ان کو آپس میں لڑانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ مگر اُن پر جنگ مسلط کر دی گئی تو اُنہوں نے اپنے اور اپنے مریدین کے تحفظ کیلئے مقابلے کا قصد کیا۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے خوب مقابلہ کیا حتیٰ کہ دشمن کے قدم اُکھڑ گئے اور اُن کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ تاہم آپ کے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچا۔ لڑائی کے دوران کسی ظالم کے وار سے آپ زخمی ہو کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جو لوگ صاحبِ نسبت ہیں وہ تو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر مرشد کی طبیعت ناساز ہو جائے تو مرید پر کیا گزرتی ہے اور اگر مرشد کا وصال ہو جائے تو کیا قیامت کا سماں ہوتا ہے۔ وہاں تو مریدوں کی موجودگی میں مرشد کو تلوار کے وار کر کے شہید کر دیا گیا جس سے تمام مریدین انتہائی رنجیدہ اور دل گرفتہ ہو گئے۔ آپ کے بچ جانے والے جاں نثار مریدوں نے آپ کے جسدِ خاکی کو فوراً چھپا لیا۔ اس خوف سے کہ کہیں دشمن دوبارہ نہ پلٹے آپ کے جسدِ خاکی کو اٹھا کر چھپتے چھپاتے ایک اونچی پہاڑی پر پہنچایا اور یہیں آپ کا مدفن بنایا۔ یہ جگہ جو اس وقت ایک گاؤں تھا آج ایک معروف بین الاقوامی مقام ہے۔ ایک اسلامی مملکت کا سب سے بڑا ساحلی شہر کراچی ہے۔ اس کی آبادی کا ایک حصہ کلفٹن کہلاتا ہے۔ جس میں آپ کا مزار ہے۔ فطرت نے تقریباً تیرہ سو سال پہلے اس شہر کے لوگوں کیلئے ایک ایسی ہستی کا مسکن بنوایا جہاں ایک کروڑ کی آبادی کا ایک بڑا حصہ حاضری دیتا ہے۔ مرادیں حاصل کرتا ہے، روحانی فیض پاتا ہے، سکون لے کر جاتا ہے۔

گوشۂ عافیت

اس شہر کراچی میں جہاں زندگی مادیت میں الجھی ہوئی ہے، جہاں کوئی کسی کا دُکھ درد سننے کیلئے فارغ نہیں ہے۔ نفسا نفسی کا سماں ہے۔ انسان اور انسانیت کی قدر کم ہو گئی ہے۔ دھوکہ، دغا، چوری، لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ محبت، اخوت، رواداری، ایثار، احسان مفقود ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کا مزار ایک ایسا گوشۂ عافیت ہے جہاں پہنچ کر لوگ اپنی ساری مرادیں بیان کر کے، تکلیفات کا اظہار کر کے، نقصانات کی تفصیل بتا کر واپس جاتے ہیں تو اتنا ہلکا محسوس کرتے ہیں جیسا کہ وہ مسائل حل ہو گئے ہوں۔ دل میں عجیب سا سکون اور طمانیت اور طبعیت میں بسط، مرجھائے چہرے جاتے وقت کھلے ہوئے اور مسکراہٹیں بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ یہ فطرت کا انسانیت پ احسان ہے۔ یہ غازیؒ کا فیض ہے، یہ غازیؒ کی محبت ہے، یہ غازیؒ کا رواداری ہے، یہ غازیؒ کی دردمندی ہے، یہ غازیؒ کے زندہ و پائند ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں تو بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ ج ایک صدی سے بھی کم عرصہ پہلے انتقال کر گئے اور جو بڑی بڑ جاگیریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے اُن کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا اپنے بھی اُن کو بھول گئے ہیں اور پرائے بھی۔ عموماً کسی کو بھی پ

سے پہلوں کا نام نہیں آتا۔ مگر غازیؒ کا نام تیرہ سو سالوں سے زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ اور ہر آنے والے دن کے ساتھ مشہور تر ہوتا رہے گا۔ یہ اسلام کا درخشاں ستارہ فیضِ سادات کو اس سے بھی زیادہ جوش اور سخاوت سے تقسیم کرے گا۔ ایک بات جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ بابا صاحبؒ کے مزار کا رُخ سمندر کی طرف ہے۔ اگر اس کا راز کھل جائے تو غازیؒ کا کراچی والوں پہ احسانات کا راز اور بھی کھلے گا۔

زندہ کرامت بشارتی چشمہ

جس طرح انبیائے کرام معجزوں سے اجتناب کرتے تھے اُسی طرح اولیائے کرام بھی عموماً کرامات سے اجتناب کرتے ہیں لیکن حق کو منوانے کیلئے بسا اوقات ایسے کارنامے انجام دینے پڑ جاتے ہیں جو ظاہری اسباب سے ماوراء اور عقل کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ پھر بھی جن کو حق ماننا نہیں ہوتا ہے وہ نہیں مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مُردوں کو زندہ کرتے تھے پھر بھی صلیب پر چڑھا دیئے گئے۔ اسی طرح بڑے بڑے فقراء نے کرامات کا اظہار کیا مگر بہتوں نے الزام تراشی کر کے اور جادوگر گردان کے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہاں بات کھولنی ذرا مناسب لگتی ہے کہ معجزہ یا کرامت ہے کیا چیز؟

روز مرہ سے ہٹی کوئی چیز بندگانِ خدا کے ذریعے ظہور میں آئے تو کرامت کہلاتی ہے۔ نبیوں سے معجزے ظہور میں آتے ہیں اور اولیائے کرام سے کرامات۔ دراصل جب مشیت بندے کی زبان بن جاتی ہے تو اُس کی زبان سے جو نکلتا ہے وہی ہوتا ہے۔ نہ اُس کیلئے سامان کی نہ اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب حق جوشِ زن ہو تو فقیر حق کا نام بلند کرنے کیلئے کوئی کرامت دکھاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی زندہ کرامت نمکین پانی کے بیچوں بیچ نمکین سمندر کے عین کنارے پر میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہونا ہے۔ بظاہر یہ بھی ناممکنات میں سے ہے۔ اور عقل کو دنگ کرنے والی چیز ہے مگر ہے حقیقت!

کراچی کے گردونواح میں میٹھا پانی دستیاب نہیں ہے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے آپ کا مزار اس پہاڑی پر بنایا تو وہ یہاں سے دور نہیں جانا چاہتے تھے۔ مزار کے قریب وجوار میں ہی ڈیرے ڈال کر رہنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ میٹھے پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ میٹھا پانی ہوتو ملتا۔ میٹھا پانی نہ پا کر یہ لوگ بہت فکرمندی اور پریشانی سے دوچار تھے۔ ویسے بھی پینے کے پانی کے بغیر انسان پہ کیا گزر سکتی ہے۔ جب مریدوں کی آزمائش پوری ہوئی تو رحمت جوش میں آئی رات کو عبداللہ شاہ غازیؒ نے اپنے ایک معمر مرید کو بشارت دی کہ اس پہاڑی کے نیچے سے اللہ نے آپ لوگوں کیلئے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ یہ غازی شاہ بابا کی زندہ کرامت ہے کہ پورے علاقے میں نمکین پانی ہے لیکن مزار کی پہاڑی کے نیچے کھارے پانی کے بیچوں بیچ میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ جس سے زائرین اپنے آپ کو سیراب کرتے ہیں۔

اولاد

تاریخ سے پتہ چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نرنیہ اولاد سے نوازا تھا۔ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید ابوالحسن بن عبداللہ ہے۔ جو آپ اور والدہ ماجدہ کے ہمراہ ساحلی ریاست میں مقیم رہے۔ جیسے ہی سید عبداللہ شاہ غازیؒ کی شہادت کی خبر پہنچی تو عباسی خلیفہ منصور نے گورنر سندھ کو حکم دیا کہ آپ کے اہل خانہ کی تلاش شروع کر دی جائے

اور انہیں گرفتار کر کے لایا جائے۔ بالآخر عباسی فوج کے اہل کار غازی صاحب کے فرزند ارجمند حضرت ابوالحسن اور غازی صاحب کی اہلیہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ دونوں کو ساحلی ریاست کے راجہ کے ہاں سے زبردستی ساتھ لے گئے۔ اور گورنر ہشام کے سامنے پیش کر دیا۔ جس نے آپ دونوں کو عباسی خلیفہ منصور کے ہاں بغداد پہنچا دیا۔ منصور نے کچھ روز اپنے ہاں رکھ کر حضرت سید ابوالحسن بن عبداللہ اور ان کی والدہ محترمہ کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ غازی شاہؒ نے تو لمبی عمر نہیں پائی مگر آپ کے صاحبزادے کی عمر طویل رہی اور آپ نے بھی تمام عمر اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انتہائی خلوص اور جذبہ ایمانی سے دین محمدیﷺ کی خدمت کی۔

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ صاحب کا عرس مبارک ۲۰، ۲۱، ۲۲ ذی الحجہ کو ہر سال عقیدت اور احترام سے ان کے مزار کے احاطے میں منایا جاتا ہے۔ بڑی محافل ہوتی ہیں اور لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ ☆☆☆